off her from any harm. In this context, Islam saves women from infanticide.

Apart from protecting her, Islam gives her dignity and respect in society. The holy Prophet(peace be upon him said":Whoever does not bury her alive, does not insult her and does not favor his son over her, God will enter him in paradise". (Ibn Hanbal, 1957.)

In addition to spiritual and social aspects of women in Islam, Islam emphasizes the economic aspects of the women in society. These economic aspects are three given to women in the shape of securities. The first economic security of the women is the right to ownership. She can buy, sell or resell her property without any constraint. The second economic security given is the right to employment. A woman can earn her lawful livelihood. She can run her own enterprise as there is no any religious bar to her self-employment provided that it should be according to Islamic ethical rules. Last but not least, a woman can inherit the property, according to Islamic law. Her right in most of the occasions is one half of the man. The one half of the share in the property given to her is not because she is lower than men, but because she has much fewer financial obligations than man who has the burden of huge financial responsibilities on his shoulder.

Coming to the political aspect of women in Islam, Islam has granted her many political rights. The first and foremost right granted to her to elect her leader. She is not discriminated like other religions rather she is encouraged by Islam to participate in the political process by using her right to vote.

Finally, women are given right to appoint at higher political position in Islam. For instance, during the Caliphat of Hazrat Umar, Shiffa bint Abdullah was appointed for the market place.

In conclusion, the status of women in Islam is better

than the other civilizations in society with its many spiritual, social, economic and political rights and securities that were absent in other religions. Women are the integral part of every society, and if they are deprived of their rights and securities in any society, then that society cease to exist.

The position of the Christian Church until recent centuries seems to have been influenced by both the Mosaic Law and by the streams of thought that were dominant in its contemporary cultures.

The first part of this paper deals briefly with the position of various religions and cultures on the issue under investigation. Part of this exposition extends to cover the general trend as late as the nineteenth century, nearly 1300years after the Quran set forth the Islamic teachings.

In the second part of the paper, the status of women in Islam is briefly discussed. Emphasis in this part is placed on the original and authentic sources of Islam. This represents the standard according to which degree of adherence of Muslims can be judged

مذہب اسلام اس دنیا میں اس وقت آیا ہے، جب انسانیت دم توڑ رہی تھی، انسانی ظلم وجور پر ظلم کی تاریخ بھی آنسو بہا رہی تھی اور عدل ومساوات کی روح تقریباً عنقا ہو چکی تھی۔ اسلام نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود انصاف وبرابری کا نعرہ بلند کیا، اور عملاً بھی اس کی شاندار تصویر پیش کی، اور حاکم ومحکوم، آقا وغلام اور اونچ ونیچ کے ناہموار ٹیلوں سے بھرے صحرائے انسانیت میں عدل وانصاف، برابری ومساوات اور یکسانیت وہم آہنگی کے پھول کھلا کر ہر سو نسیم صبح چلا دی۔

اسلام کی آمد سے قبل عورت بہت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت واحترام سے محروم تھی۔ اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا۔ دور جاہلیت میں مشرکین عورت کو کسی رتبے اور مقام کا اہل نہ سمجھتے تھے اس لیے وہ لڑکی پیدا ہونے پر غصہ ہوتے، حالاں کہ وہ یہ جانتے تھے کہ نظام کائنات کے تحت شادیوں کے لیے لڑکی کی پیدائش ضروری ہے اس کے باوجود اس نظام کے خلاف اس حد تک چلے جاتے کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

ظہور اسلام سے قبل عورت الم ناک صورت حال سے دوچار تھی جس سے اسے اسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ امر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہوسکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔

ہوسٹن اسمتھ اپنی کتاب "مذاہبِ عالم" میں کہتا ہے کہ عرب میں قبلِ اسلام اور بعدِ اسلام عورتوں کی حالت پر تاریخی تحقیق کرنے سے یہ نکتہ بڑی وضاحت سے آشکار ہوتا ہے کہ اسلام پر عورتوں کی تحقیر اور عورت کے مقام کی توہین کا الزام مکمل طور پر غلط ہے۔ اسلام سے پہلے کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے، جب یہاں تک کہ نوزائیدہ بچی بھی ایک مصیبت اور بدبختی شمار کی جاتی تھی، یہ واضح ہوجاتا ہے، نزولِ قرآن کے ساتھ نوزائیدہ بچیوں کے زندہ درگور کرنے کی ممانعت ایک اصلاحی اقدام اور عظیم انقلاب تھا جو عورتوں کی حالت کی بہبودی کا سبب بنا۔(۱)

آج جب ہم مساوات، ترقی، تعلیم اور آزادی کے دل فریب نعروں اور عنوانات کی آڑ میں عورت کی چادرِ عفت و عصمت سرِ عام تار تار کر کے، اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کے والے سے بے جا اور بے ہودہ الزام تراشیاں کی جارہی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام سمیت دنیا میں پائے جانے والے مذاہب و ادیان کا تقابلی مطالعہ کرلیا جائے، تاکہ اس کی روشنی میں ہر شخص کے لیے یہ فیصلہ کرنا قدرے آسان ہوسکے کہ دنیا کے کس مذہب نے، عورت کو کیا مقام و مرتبہ دیا ہے یا اسے کس نظر سے دیکھا ہے؟

زرتشت یا پارسی مذہب:

یہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے۔ ایک ایرانی پیغمبر زرتشت نے پارسی مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ اسے زرتشتی مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ زرتشت کو قدیم ایران کا مفکر اور مذہبی پیشوا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آذربائی جان کے مقام گنج میں پیدا ہوئے۔ جوانی گوشہ نشینی، غور و فکر اور مطالعے میں

گزاری۔ تیس برس کی عمر میں اہورا مزدا (اُرموز) یعنی خدائے واحد کے وجود کا اعلان کیا لیکن وطن میں کسی نے بات نہ سنی۔ تب مشرقی ایران کا رخ کیا اور خراسان اور کشمار کے مقام پر شاہ گستاسپ کے دربار میں حاضر ہوا۔ ملکہ اور وزیر کے دونوں بیٹے اس کے پیروکار ہو گئے۔ بعد ازاں شہنشاہ نے بھی اس کا مذہب قبول کر لیا۔ کوروش اعظم اور دارا اعظم نے زرتشتی مذہب کو تمام ملک میں حکماً رائج کیا۔ ایران پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہ مذہب اپنی جنم بھومی سے بالکل ختم ہو گیا تھا۔ آج کل اس کے پیروکار جنہیں پارسی کہا جاتا ہے ہندوستان، پاکستان، افریقہ، یورپ میں بہت قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

ان کی مقدس کتابوں میں ''دساتیر اور آوستا'' شامل ہیں۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں یعنی یاستا (قربانی اور قربانی کی دعاؤں پر مشتمل ہے)' گاتھا (مذہبی قصائد پر مشتمل ہے)' وسپرڈ (خدا کی حمد و ثناء کا ذکر ہے)' ونڈیڈاو (ارواخ خبیثہ سے مقابلہ کی تدابیر) اور ایشٹ (فرشتوں اور قدیم ایران کے بہادروں کی مدح پر مشتمل ہے) (۲) پارسی مذہب میں خدا کے لیے ''اہورمزدا'' کا نام آیا ہے۔ ''اہور'' کا مطلب ''آقا'' اور ''مزدا'' کے معنی ''عقل مند'' کے ہیں۔ اہورمزدا کا مطلب ہے ''عقل مند آقا'' یا ''عقل مند مالک''۔ اس کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔ (۳) مشرق وسطیٰ میں زرتشت نے ۵۵۰ سال ق۔م غالباً پہلی بار وحدانیت معبود کے اقرار کے ساتھ خدائے خیر کا نظریہ ہمہ گیر راستی محبت اور اخوت کے عوامل کے حدود میں پیش کیا۔ (۴)

زرتشت یا پارسی مذہب

یہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے۔ ایک ایرانی پیغمبر زرتشت نے پارسی مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ اسے زرتشتی مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ زرتشت کو قدیم ایران کا مفکر اور مذہبی پیشوا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آذربائی جان کے مقام گنج میں پیدا ہوئے۔ جوانی گوشہ نشینی، غور و فکر اور مطالعے میں گزاری۔ تیس برس کی عمر میں اہورا مزدا (اُرموز) یعنی خدائے واحد کے وجود کا اعلان کیا لیکن وطن میں کسی نے بات نہ سنی۔ تب مشرقی ایران کا رخ کیا اور خراسان اور کشمار کے مقام پر شاہ گستاسپ کے دربار میں حاضر ہوا۔ ملکہ اور وزیر کے دونوں بیٹے اس کے پیروکار ہو گئے۔ بعد ازاں شہنشاہ نے

بھی اس کا مذہب قبول کرلیا۔ کوروش اعظم اور دارا اعظم نے زرتشی مذہب کو تمام ملک میں حکماً رائج کیا۔ ایران پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہ مذہب اپنی جنم بھومی سے بالکل ختم ہوگیا تھا۔ آج کل اس کے پیروکار جنہیں پارسی کہا جاتا ہے ہندوستان، پاکستان، افریقہ، یورپ میں بہت قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

ان کی مقدس کتابوں میں ''دساتیر اور آوستا'' شامل ہیں۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں یعنی یاستا (قربانی اور قربانی کی دعاؤں پر مشتمل ہے)' گاتھا (مذہبی قصائد پر مشتمل ہے)' وسپرڈ (خدا کی حمد و ثناء کا ذکر ہے)' ونڈیڈاو (ارواخ خبیثہ سے مقابلہ کی تدابیر) اور ایشٹ (فرشتوں اور قدیم ایران کے بہادروں کی مدح پر مشتمل ہے) (۵) پارسی مذہب میں خدا کے لیے ''اہورمزدا'' کا نام آیا ہے۔ ''اہور'' کا مطلب ''آقا'' اور ''مزدا'' کے معنی ''عقل مند'' کے ہیں۔ اہورمزدا کا مطلب ہے ''عقل مند آقا'' یا ''عقل مند مالک''۔ اس کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔ (۶) مشرق وسطیٰ میں زرتشت نے ۵۵۰ سال ق۔م غالباً پہلی بار وحدانیت معبود کے اقرار کے ساتھ خدائے خیر کا نظریہ ہمہ گیر راستی محبت اور اخوت کے عوامل کے حدود میں پیش کیا۔ (۷)

قدیم ایرانی تہذیب میں عورت کا مقام

قدیم ایرانی تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب نے بھی عورت کے استحصال اور استبداد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ پانچویں صدی عیسوی میں یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں رکھا پھر قتل کرڈالا۔ (۸) مشہور چینی سیاح ہوئن سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون و معاشرہ میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی رشتہ کا بھی استثناء نہ تھا۔ (۹) قانون کی نظر میں عورت کا کوئی حصہ یا مقام نہ تھا۔ قانون نے بیوی اور غلام دونوں کو ایک درجہ دے رکھا تھا۔ (۱۰)

مانی نے رہبانیت پر زور دیا۔ یہ عورت کے حقوق سے دستبرداری کی تعلیم تھی۔ مزوک نے عورت کو آگ پانی اور چارے کی طرح مردوں کی مشترکہ جائیداد قرار دیا۔ دختر اور ہمشیرہ تک سے نکاح جائز اور ایران میں دو طرح کی بیویاں ہوتی تھیں۔ ا۔زن پادشاہی ہا، ۲۔زن چگاری ہا۔ (۱۱) پہلی قسم کی بیویوں اور ان کی اولاد کو جائیداد میں حصہ ملتا تھا۔ زن چگاری ہا اور اس کی اولاد

جائیداد سے محروم رہتی تھی۔(۱۲) قانون کی نظر میں عورت کا کوئی حق یا مرتبہ نہیں تھا۔(۱۳) بیویاں اس میں بدلی جاسکتی تھیں۔قانون نے غلام اور بیوی کو ایک درجہ پر رکھا تھا۔(۱۴)

یہودی مذہب

یہودی کی جمع یہود ہے۔یہودیت کے پیروکاروں کو یہود کہتے ہیں۔جو قدیم بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔دنیا بھر میں یہودیوں کی موجودہ تعداد کا مکمل اندازہ تو نہیں لگایا جاسکتا ان کی تعداد ۱۲ سے ۱۴ ملین کے درمیان ہے جن کی اکثریت امریکہ اور اسرائیل میں رہائش پذیر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی لقب اسرائیل تھا۔لہذا ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔جن میں سے ایک کا نام ''یہودہ'' تھا۔یہودی کا لفظ اسی سے ہے۔ دراصل حضرت عیسیٰ تک جتنے بھی پیغمبر آئے وہ سارے کے سارے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسرائیل اور اسرائیل کا مطلب ہے اللہ کا بندہ۔ابتدا سے بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔یہی بنی اسرائیل یعنی اسرائیل کی اولاد یہود کہلائے۔ان کا مذہب اسلام ہی تھا۔بنی اسرائیل جب بھی دین کے معاملے میں انحراف کا شکار ہوئے اللہ نے اپنے پیغمبر بھیجے۔

بنی اسرائیل ایک طویل مدت کی آسائش اور حکمرانی کے بعد قبطیوں کی غلامی میں جکڑے گئے تو ان کی رہنمائی اور آزادی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو قبطیوں کی غلامی سے آزاد کرا کر بحر احمر واپس فلسطین میں لے آئے۔ یہاں آپ کے بعد آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پیغمبر اور بادشاہ ہوئے۔اس کے بعد ایک طویل عرصے تک بنی اسرائیل نے فلسطین پر حکومت کی۔اس دوران ان پر اللہ کی طرح طرح کی نعمتیں نازل ہوئیں جیسے من وسلویٰ وغیرہ۔تاہم اس قوم نے ان کی قدر نہ کی۔ان میں سینکڑوں نبی بھیجے گئے کئی کا انکار کیا گیا۔کئی کی نبوت تو قبول کی گئی مگر ان کی نافرمانی میں کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دو باپ بیٹوں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعے عزت بخشی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نویں صدی ق۔م میں فلسطین کے

مشہور فرماں رواں اور پیغمبر تھے۔ ان کی وفات کے بعد دس اسرائیل قبائل نے ان کے جانشین کی مخالفت کی اور اسرائیل کے نام سے شمالی فلسطین میں اپنی بادشاہت قائم کرلی۔

۷۵۳ قبل مسیح میں بابل اور نینوا کے حکمران فلسطین پر چڑھ دوڑے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو بڑے پیمانے پر قتل کیا اور ہزاروں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ بنی اسرائیل کا ذکر آتا ہے۔ ایک سورت کا نام ہی ''سورہ بنی اسرائیل'' ہے۔ یہ قوم اگرچہ بڑی دولت مند تھی مگر دنیا کے مختلف ممالک میں منتشر تھی۔

''یہوواہ'' خدائے واحد کا توصیفی نام عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ قدیم اسرائیل میں یہ رائج تھا اس کے لغوی معنی ''قادر مطلق'' ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔ مسلمانوں مفکروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے وہی معنی ہیں جو عربی زبان میں ''یاھو'' (۱۵) کے ہیں اور سورہ طہٰ (۱۶) میں اس کے یہی معنی استعمال ہوئے ہیں۔ (۱۷) الہامی مذاہب میں یہودیت نے ۱۳سو سال قبل مسیح خداوند یہواہ کا نظریہ پیش کیا جو نہایت منتقم انداز میں صرف یہودیت کے مفاد کے علاوہ دوسرے انسانوں کے لیے کوئی گوشہء عافیت نہیں رکھتا۔ (۱۸)

یہودی تورات کے تمام آسمانی صحیفوں کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ مانتے ہیں۔ لیکن انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے۔

یہودیوں پر روز کی عبادت فرض ہے۔ مگر ایک یہودی خاندان کا پورا ہفتہ شابات (سبت) کے ۲۶ گھنٹوں کی تیاری اور انتظار میں گزر جاتا ہے کیونکہ وہ ۲۶ گھنٹے پوری طرح عبادت کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ شابات (سبت) کا آغاز جمعہ کی شام سورج کے ڈھلنے پر ہوتا ہے اور اختتام ہفتہ کی رات کو تین ستارے نظر آنے پر ہوتا ہے۔ اس دوران اس مذہب کے پیروکار:

۱۔ پیسے کمانے والے کام نہیں کرتے۔

۲۔ پیسوں کے ذکر سے پرہیز کرتے ہیں۔

۳۔ بجلی کو نہیں چھیڑتے یعنی جو بتیاں جلتی ہیں ان کو بجھاتے نہیں ہیں اور بجھی بتیوں کو جلاتے نہیں ہیں۔

۴۔ آگ سے آگ نہیں جلاتے یعنی چولہا بند رہتا ہے۔

۵۔ گاڑی نہیں چلاتے اور مزید دیگر پابندیاں۔

ان پابندیوں کے پیچھے منطق یہ ہے کہ جب یروشلم میں بنی اسرائیل کی بڑی عبادت گاہ ہوتی تھی جو عالمی یہودیت کا مرکز تھی تو دین کے تمام شرعی فرائض وہی ادا ہوتے تھے۔ سن ۷۰ عیسوی میں روم کی فوج نے اس عبادت گاہ کو تباہ کر دیا جس کے نتیجے میں یہودی بکھر گئے اور اب قوم یہود کو اس مسیحا کا انتظار ہے جس کی آمد پر ان کی یہ مرکزی عبادت گاہ دوبارہ تعمیر ہوگی۔ وہ وقت آنے تک شابات ہی وہ عبادت گاہ ہے وقت اور آرزو کی تعمیر کردہ، جو ہر ہفتہ دوبارہ بنتی ہے اور ہر ہفتہ بکھر جاتی ہے۔ روز کی تین عبادات مقرر ہیں جن میں سے صبح اور دوپہر کی فرض ہیں اور شام کی اپنے آپ پر واجب کی جاسکتی ہے۔

یہودیت میں عورت کا مقام

یہودیت' نے نہ صرف یہ کہ عورت کو کوئی خاص عزت وتکریم اور قابل ذکر مقام ومرتبہ نہیں دیا' بلکہ اس کو ناپاک' ناپاکی کا سرچشمہ اور صدق وراست بازی سے یکسر عاری قرار قرار دیتے ہوئے 'تحقیر آمیز انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ کتابِ مقدس'' میں عورت کی بابت یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ:''کون ہے' جو ناپاک سے پاک نکالے؟ کوئی نہیں۔''(۱۹)

دوسری جگہ لکھا ہے:''انسان کون ہے' جو کہ پاک ہو سکے؟ اور جو عورت سے پیدا ہوا' کیا ہے کہ صادق ٹھہرے؟''(۲۰)

یہودیت کے تصور اور روایت کے مطابق مرد فطری اور جبلی طور پر شریف النفس' نیک سیرت اور باکردار رہا ہے' جب کہ عورت پیدائشی طور پر گناہ گار' عیار ومکار' گناہوں کا سرچشمہ اور مرد کو مصیبت ومعصیت کی دَل دَل میں مبتلا کرنے والی ہے' جس کا ثبوت یہ ہے کہ'' توریت'' میں نسل انسانی کے جد امجد آدم علیہ السلام سے متعلق یہ بات کہی گئی ہے کہ انہیں جنت میں جس قدر نعمتیں' راحتیں' آسائشیں' سہولتیں اور آزادی وبے فکری حاصل تھی' ان کے چھن جانے کی واحد ذمہ دار حضرت حواء تھیں۔(۲۱)

حضرت حواء ایک مجرم:

چنانچہ توریت میں کہا گیا ہے:''آدم نے کہا اب یہ (حواء) میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے' اس سبب وہ ناری کہلائے گی' کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ہے' اس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنے جورو سے ملا رہے گا اور وہ یک تن ہوں گے' اور

یہ سچ ہے کہ اللہ نے کہا کہ باغ کے ہر درخت سے نہ کھانا' عورت نے سانپ سے کہا: ''کہ باغ کے درختوں کا پھل ہم تو کھاتے ہیں' مگر اس درخت کے پھل کو' جو باغ کے بیچوں بیچ ہے۔''

خدا نے کہا اس سے نہ کھانا اور نہ اسے چھونا' ایسا نہ ہو کہ مرجاؤ'' سب سانپ نے عورت سے کہا: ''تم ہر گز نہ مرو گے' بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی طرح نیک و بد کے جاننے والے ہو گے اور عورت نے دیکھا کہ وہ درخت کھانے میں اچھا' دیکھنے میں خوش نما اور عقل بخشنے میں خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا اور اس نے بھی کھایا تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں معلوم ہوا کہ ہم ننگے ہیں۔''(۲۲)

فرد نے خطا کی تھی' قوم نے سزا پائی

اس سلسلے میں توریت میں صرف حضرت حواء کو ذمے دار قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا' بلکہ اس کی پاداش میں کئی ایک سزائیں ان کے لیے مقرر کر دی گئیں' چنانچہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا:

> ''کیا تو نے اس درخت سے کھایا' جس کی بابت تم کو میں نے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟''
>
> آدم نے کہا: ''اس عورت نے جسے تو نے میری ساتھی کر دیا تھا' مجھے اس درخت سے دیا اور میں نے کھایا۔''
>
> تب خداوندِ خدا نے عورت سے کہا: ''تو نے یہ کیا کیا؟''
>
> عورت بولی: ''سانپ نے مجھے بہکایا' تو میں نے اسے کھالیا۔''

اس نے (خدا نے) عورت سے کہا: ''تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاوں گا اور تو درد سے بچہ جنے گی اور اپنے آدمی کی طرف تیرا شوق ہوگا' اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔''

آدم سے کہا: ''اس واسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اس درخت سے کھایا' جس کی بابت میں نے حکم دیا تھا کہ اسے مت کھانا' زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ اپنی عمر بھر اس کو کھائے گا' اور وہ تیرے لیے کانٹے' کٹارے اگائے گی اور تو کھیت کی نباتات کھائے گا اور تو اپنے منھ کے پسینے کی روٹی کھائے گا' جب تک کہ زمین میں پھر نہ جائے۔''(۲۳)

قرآن کا منصفانہ فیصلہ:

جب کہ قرآن میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کر کے' آدم وحواء دونوں کو یکساں طور پر ذمے دار قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

> ''اور یاد کرو اس وقت کو' جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو' تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا اور ہم نے کہا' آدم! تم اور تمہاری اہلیہ جنت میں رہیں اور دونوں جنت میں فراخی کے ساتھ جہاں سے چاہیں کھائیں' مگر اس درخت کے پاس مت جانا' ورنہ ظلم کرنے والوں میں ہو جاؤ گے' تو دونوں کو شیطان نے پھسلا دیا اور دونوں کو اس جگہ سے نکال دیا جہاں وہ تھے اور ہم نے کہا تم اتر جاؤ؟ ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارے لیے زمین میں جائے قرار اور ایک مدت کے لیے سامان ہے۔ پھر آدم کو ان کے رب کی طرف سے کچھ کلمات القاء ہوئے اور ان کے رب نے توبہ قبول کی' بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ہم نے کہا تم سب اتر جاؤ' پھر میری جانب سے ہدایت آئے گی' تو جو میری ہدایت کی اتباع کریں گے ان کو نہ کسی ستم کا خوف ہوگا اور نہ ہی وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔''(۲۴)

یہودی شریعت میں جس طرح عورتوں کی ذات کی توہین وتحقیر کی گئی ہے اور اسے انسانیت' شرافت کے بنیادی حق سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی گئی ہے' اسی طرح اسے کسی بھی قسم کی جائیداد کے حق ملکیت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے اور اس کی ذات کی طرح اس کے مال کا بھی بااختیار مالک' اس کے شوہر کو گردانا گیا ہے۔جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

> ''بیوی کا تمام مال شوہر کی ملکیت ہوگا اور بیوی کا سوائے اس مہر کے کوئی مال نہ ہوگا' جو نکاح کے وقت مقرر ہوئی' جس کا مطالبہ بیوی شوہر کی وفات کے بعد' یا طلاق کی صورت میں فرقت کے وقت کرے گا۔ الغرض جو کچھ مال بیوی کا ہوگا' یا جو وہ اپنی تگ و دو سے حاصل کرے گی' یا اس کو شادی کے موقع پر ہدیۃً ملے گا وہ سب شوہر کی ملک حلال ہوگا اور اسے بغیر کسی

اعتراض اور مخاصمت کے حسبِ منشا تصرف کرنے کا حق ہوگا۔''(۲۵)

عیسائی مذہب

لفظ عیسیٰ عبرانی لفظ یسوع کا معرب ہے جس کے معنی ''نجات دلانے والا'' کے ہیں۔ یہ لفظ یونانی' لاطینی اور انگریزی زبانوں میں ''جیسس۔Jesus'' بن گیا۔(۲۶)

آج عیسائیت سیاسی حیثیت سے سب سے مقتدر مذہب ہے کیونکہ یہ یورپ کے صاحب اقتدار لوگوں کا مذہب ہے لیکن یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہیں عیسیٰ علیہ السلام ؑ عدم تشدد اور اہنسا کی تعلیم دیتے تھے اور سماجی نظام کے خلاف جہاد کی تعلیم دیتے تھے اور کہاں یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر ان کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے آج ملوکیت کے حامی ہیں۔(۲۷) جناب یسوع مسیح علیہ السلام کی تعلیمات خود منہ سے بولتی ہیں کہ وہ نہ ساری دنیا کے لیے پیام ہدایت کی حیثیت رکھتی ہیں نہ ہر دو راور ہر زمانے کے لیے رہنمائی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔(۲۸) مثلاً ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔''(۲۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات خالص توحید پر مبنی تھی۔ مگر بعد میں اس کی جگہ تثلیث نے لے لی۔ اس کی رو سے موجودہ عیسائی ایک خدا میں تین ذاتوں کے قائل ہیں۔ جن میں باپ' بیٹا اور روح القدس یا باپ' بیٹا اور کنواری مریم شامل ہیں۔ تثلیث کے عقیدہ کو بادشاہ قسطنطین نے قانونی شکل میں نافذ کر دیا۔ اس طرح تثلیث عیسائیت کا عقیدہ بن گئی۔ سو سال بعد حضرت مریم کو بھی بطور خدا مذہب کا حصہ بنا دیا گیا۔ یعنی ایک میں تین' تین میں ایک۔ یہ عیسائیت میں شرک کا آغاز تھا۔(۳۰) عیسائیوں میں خدا کے وجود کا عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اسلام میں ہے۔ یہ خدا تمام صفات سے متصف ہے وہ ایک زندہ جاوید وجود ہے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اور ''ایک'' کو ''تین'' اور ''تین'' کو ''ایک'' ثابت کرنے والے ''یسوع مسیح'' کے پیروکاروں کی ''انجیل مرقس'' میں ہے (۳۱) جو کہ عبرانی زبان میں اس طرح سے مذکور ہے۔

"Shama Israelu Adonai Ilo Hayno Adna Ikhat".(32)

''یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خداوند ایک ہی خداوند ہے۔''(۳۳)

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ''عیسائیت'' کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب

کرتا ہے‘ وہ اورا سے خدا کا منتخب مانتا ہے۔“(۳۴)

الفریڈ‘ای‘ گاروے نے اسی تعریف کو مزید پھیلا کر ذرا واضح کر دیا ہے۔

”عیسائیت کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ وہ اخلاقی‘ تاریخی، کائناتی موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعہ پختہ کر دیا گیا ہے۔(۳۵)

جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے تو عورت کے حوالے سے اس کا نقطۂ نظر بھی یہودیت سے نہ صرف یہ کہ کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے‘ بلکہ عورت‘ عیسائیت میں مزید مظلوم نظر آتی ہے۔

عورت جنت کی نعمتوں سے محرومی کا سبب

پولس رسول نے تھیم تھس کے نام جو خط تحریر کیا ہے‘ اس میں آدبِ دعا کے ذیل میں لکھتا ہے:”میں چاہتا ہوں کہ مرد ہر جگہ بغیر غصہ اور تکرار کے پاک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگا کریں۔اس طرح چادرِ لباس سے شرم اور پرہیز گاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں گے۔نہ بال گوندھے‘ نہ سونے‘ موتیوں اور قیمتی پوشاک سے بلکہ نیک کاموں سے خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے۔عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے‘ یا مرد پر حکم چلائے‘ بلکہ چپ چاپ رہے۔کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا‘ اس کے بعد حواءؑ اس کے بعد آدم نے فریب نہیں کھایا‘ بلکہ عورت فریب کھا کر گناہوں میں پڑ گئی۔“(۳۶)

عہد جدید میں اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر عورت کی مانند مرد کو ناپاک گردانتے ہوئے پوری انسانیت کا ناپاکی میں ملوث قرار دیا گیا ہے:”پس جس طرح ایک آدمی کے سبب گناہ میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی‘ اس لیے سب نے گناہ کیا۔“(۳۷)

پادری ”کرائسسٹم“ عورتوں کے متعلق عیسائی علماء و پادریوں کا عام نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:”عورت ایک ایسی بلا ہے جس سے گریز ممکن نہیں ہے اور ایک قدرتی مصیبت اور ایک مرغوب آفت اور ایک خانگی فتنہ اور ایک مہلک سحر اور رنگین بلا ہے۔“(۳۸)

مشہور فرانسیسی مستشرق عالم‘ ڈاکٹر لیبان گستاؤ‘ لکھتا ہے” کتاب مقدس بھی اس سے کم

سخت نہیں' اس میں بھی لکھا ہے کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے''(۳۹)

عہد قدیم کے باب وعظ میں لکھا ہے:''جو کوئی خدا کا پیارا ہے' وہ اپنے کو عورت سے بچائے گا' ہزاروں آدمیوں میں' میں نے ایک خدا کا پیارا پایا ہے' لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہوئی ہو۔''(۴۰)

یہی مستشرق' عورتوں کی بابت اسلام کی منصفانہ اور فراخ دلانہ تعلیم اور طرز عمل کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد' عیسائیت اور اس کے پیروکاروں کے حوالے سے یہ لکھنے پر مجبور ہوتا ہے:'' اور ہماری پرانی تاریخوں کے پڑھنے سے' اس کے متعلق شک وشبہ نہیں رہتا کہ قبل اس کے عربوں نے عیسائیوں کو عورتوں کا لحاظ سکھایا۔ ہمارے زمانہ قدیم کے امراء اور جنگجو' ان سے بہت ہی بری طرح پیش آتے تھے' مثلاً ''گاران سے لہریں'' کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''شائریلین'' کے عہد میں عورتوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا تھا؟ اور خود ''شائریلین'' ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا تھا؟ شائریلین نے ایک دن بہن کے ساتھ مباحثے میں اس پر حملہ کیا' اس کے بال پکڑ لیے' اسے خوب مارا' لوہے کے دستانے سے اس کے تین دانت توڑ ڈالے' البتہ اس ہاتھا پائی میں خود اس کے بھی دو چار گھونسے لگے' ہمارے اس زمانے کا کوئی گاڑی بان بھی کسی عورت کے ساتھ ایسا وحشیانہ برتاؤ نہ کرے گا۔''(۴۱)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عیسائیت نے عورتوں کی نسبت یہ خیالات اس وقت ظاہر کیے تھے' جب کہ حضرت مریم مسیحی عقیدے کے مطابق ''ثالث ثلاثہ'' تین معبودوں میں سے ایک سمجھی جاتی تھیں اور گرجا گھروں میں ان کی تصویروں کی پوجا کی جاتی تھی۔

تحریف و ترمیم' حذب و اضافے کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مستند اور معتمد علیہ مذہبی کتابوں کی مذکورہ بالا تحریروں کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ ان دونوں محرف آسمانی مذاہب کی تعلیم' نقطہ نظر اور طرز عمل کس قدر توہین آمیز' باعث افسوس اور عقل و خرد نیز تہذیب و شائستگی کے ادنیٰ اصول کے ساتھ متصادم ہے کہ خود' انصاف پسند عیسائی اور یہودی بھی اس کو ظالم' سخت اور وحشیانہ قرار دے چکے ہیں۔

یونانی تہذیب ومعاشرت میں عورت کا مقام

یونانی تہذیب جسے عالم تاریخ میں گہوارہ تمدن اور مثالی تہذیب کے نام سے موسوم کیا

جاتا ہے اس تہذیب کے ابتدائی دور میں صنف نازک' قانونی' اخلاقی' معاشی اور معاشرتی حقوق سے ہی نہیں بلکہ آزادی سے بھی محروم تھی اسے ایسے گھروں میں رکھا جاتا تھا جو راستہ سے دور ہوتے ان گھروں میں کھڑکیاں کم ہوتیں اور دروازوں پر پہرے دار بیٹھے ہوتے تھے۔(۴۲) یونان کی قدیم تہذیب میں باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ تھا اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کردے' اسی طرح بھائی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ بیویوں کو فروخت کرسکتا تھا۔ (۴۳) قدیم یونانی تہذیب میں باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد ہوتی۔عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ یونانی جو تہذیب قدیم میں سب سے زیادہ مہذب اور شائستہ تصور کیے جاتے تھے' بیوی کو محض ایک اثاثہ سمجھتے تھے' جسے خرید و فروخت کیا جاسکتا تھا' بلکہ وصیتاً منتقل بھی کیا جاسکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت ایک بری چیز سمجھتی جاتی تھی' چنانچہ ڈیموسیتھینز (Demosthenes) فخریہ بیان کرتا ہے کہ اس کی قوم میں عورتوں کے تین طبقے تھے' نکاحی' بیاہی اور نیم نکاحی۔(۴۴) یونان کا قدیم مفکر ارسطو (Aristotle) (۳۲۲ق م۔ ۳۸۴ق م) جس کی فکر سے یورپ کے فلسفی سب سے زیادہ متاثر ہوئے' اہل سپارٹا پر اعتراض کرتا تھا کہ وہ اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں اور انہوں نے انہیں وارث' طلاق اور آزادی کے حقوق دے رکھے ہیں۔جس کی بدولت انہیں بلند مقام مل گیا ہے۔وہ اسپارٹا کے زوال کو عورتوں کی بے جا آزادی اور مذکورہ حقوق کو قرار دیتے ہے۔(۴۵)

مشہور فلسفی افلاطون کا استاد ستراط کہتا ہے:

عورت سے زیادہ فتنہ فساد کی چیز دنیا میں اور کوئی نہیں' وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن چڑیا اگر اسے کھالیتی ہے تو مرجاتی ہے۔(۴۶) بحیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ انتہائی پست تھا' اس کی زندگی مدت العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی' لڑکپن میں اپنے والدین کی' جوانی میں اپنے شوہر کی اور بیوی میں اپنے فرزندوں کی۔(۴۷) یونانی شاعر ہیزیڈ نے مجسم شر قرار دیا۔(۴۸)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے الفاظ میں

قدیم یونانی تہذیب میں عورت کا مقام اتنا گرا دیا گیا تھا کہ ان کی حیثیت بچے پالنے والی لونڈی کی ہوگئی تھی' عورتوں کو ان کے گھروں میں قید کردیا گیا تھا' وہ تعلیم سے محروم تھیں' ان کے شوہر انہیں گھریلو سامان کی طرح سمجھتے تھے۔مشہور یونانی قانون دان سولین کے قانون کے تحت اگر کوئی

عمل عورت کے زیر اثر کیا جائے تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوگی۔ (۴۹) مشہور غیر مسلم مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان بیان کرتا ہے: ''یونانی عموماً عورتوں کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اگر کسی عورت کا بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا تو اسکو مار ڈالتے تھے۔''

رومن تہذیب میں عورت کا مقام

روم میں عورت کی حیثیت کے متعلق لکھتا ہے کہ: ''عورت کا مرتبہ رومی قانون نے ایک عرصہ تک نہایت پست رکھا۔ اکثر خاندان میں جو باپ ہوتا یا شوہر اسے اپنی بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ اور باپ کو اسقدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے، بلکہ بعض دفعہ تو وہ کی ہوئی شادی کو توڑ سکتا تھا۔ زمانہ بعد یعنی تاریخی دور میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہوگیا تھا۔ اور اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔ (۵۰)

قدیم رومن تہذیب میں عورت ہر قسم کے مذہبی' قانونی' معاشرتی' اور اخلاقی حقوق سے محروم تھی۔ اسے قانوناً عرصہ دراز تک ذلت و رسوائی کی پستیوں میں مقید رکھا گیا۔ خاندان کا سربراہ باپ یا شوہر ہوتا۔ ''تاریخ اخلاق یورپ'' کے مصنف لیکی کے بقول! شوہر جس وقت چاہتا بیوی کو بغیر قصور کے گھر نکال سکتا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ! عورت گھر اور گھر سے باہر کسی عہدہ کی اہل نہ سمجھی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہ تھا۔ زمانہء قدیم میں رومیوں نے عورت پر اس قدر مظالم ڈھائے کہ جنگل کی تہذیب بھی ان کا نام سن کر شرماتی ہے۔ (۵۱) رومیوں نے عورت کی عملاً زبان بندی کے لیے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا' اس تالے کو وہ '' موزیسیر'' کہتے تھے۔ (۵۲)

ہندو مذہب

ہندو مذہب برصغیر پاک و ہند کا قدیم ترین مذہب ہے اور اس نے بتدریج ترقی کی ہے۔ ہندومت کے پیروکار اس کو ''سناتنا دھرما'' کہتے ہیں جو کہ سنسکرت کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے'' لازوال قانون''۔ ہندو مذہب قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ اس کی جڑیں قدیم ہندوستان کی تاریخی ویدی مذہب سے ملتی ہے۔ مختلف روایات اور عقائد سے بھرپور مذہب ہندومت کے کئی بانی ہیں۔ اس کے ذیلی عقائد، روایات اور فرقیات کو اگر ایک ساتھ لیا جائے تو ہندومت، عیسائیت

اور اسلام کے بعد دنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے۔(۵۳)

اس مذہب میں ویسے تو بہت سے خدا ہیں لیکن اگر اس کو اچھی طرح سے سمجھا جائے تو یہ بھی تمام ابراہیمی مذاہب کی طرح ایک خدا کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔(۵۴)

اس مذہب کا بانی کوئی ایک فرد نہیں ہے۔ زرتشت' موسیٰ اور عیسیٰ کی مانند ہمیں ایسی شخصیت نہیں ملتی جس کو ہندوؤں کا رہنما قرار دیا جاسکے۔ یا جس کو اس مذہبی نظام میں مرکزی اہمیت حاصل ہو۔ اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کو بھی کسی ایسی شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ مابعد میں بعض ممتاز مذہبی اشخاص منظر عام پر آئے لیکن ہندو مذہب کے ابتدائی مدارج پر لا شخصیت کا ٹھپہ لگا ہوا ہے چونکہ ہندوؤں کے مذہبی نظام کی تشکیل میں لاتعداد اشخاص کا حصہ ہے اس لیے اس میں کوئی واحد عقیدہ' مذہبی قانون یا رسوم وشعائر کی کوئی یکسانیت نہیں ملتی۔ عقائد کی گونا گونی '' طریق عبادت کے اختلافات اور معبودوں کے کثرت کے باعث یہ مذہب گنجان جنگل کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں راستے نکلتے ہوں لیکن کوئی راستہ صاف اور سیدھا نہ ہو۔

لفظ ''ہندو'' سنسکرت میں دریائے انڈس کے نام ''سندھو'' سے آیا ہے۔(۵۵) ہندو دھرم دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ ہندوازم دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے جس کی پیروی آج بھی کی جاتی ہے۔ ہندوازم ایک عوامی مذہب ہے۔ ہندوازم کا کوئی موجد اور کوئی عقیدہ نہیں ہے۔ یہ ایک غیر اداراتی مذہب ہے۔(۵۶) ہندو مذہب کو عام طور پر ویدک دور' برہمن دور اور تریمورتی دور میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔(۵۷) عموماً ہندومت کو ایسے مذہب کے طور پر لیا جاتا ہے جس میں کثرت خدا کا تصور ہے۔

درحقیقت بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کچھ ہندو تین خداؤں جبکہ بعض ہندو تو ۳۳ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنا چاہیے۔ ہندو اور مسلمان کے اعتقاد میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ہر شے خدا ہی ہے جبکہ مسلمان کے نزدیک ہر شے خدا کی ہے۔(۵۸) ہندومت کا کوئی بانی نہیں ہے جس نے کوئی بنیادی پیغام دیا ہو۔ نہ عیسیٰ اور محمد (ﷺ) کی طرح کا رہنما' ہندوؤں کے یہاں کنفیوشس کی طرح کا کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ ان کے یہاں اپنی ایسی شخصیتیں نہیں ہیں جیسے جینیوں کے یہاں مہا

ویر (سوامی) بدھوں کے یہاں گوتم بدھ سانکھیہ منی اور سکھوں کے یہاں (گرو) نانک۔ایک مفہوم کے مطابق ہندومت کا بانی ایک انبوہ ہے جس کی شخصیتیں تاریکی میں ہیں۔(۵۹)

ہندوستانی تہذیب میں عورت کا مقام

ہندو دھرم اور ہندوستانی معاشرے میں ماں کو اگرچہ حد درجہ قابل احترام گردانا جاتا ہے اور اس کا درجہ پوری کائنات میں سب پر فائق اور برتر مانا جاتا ہے' لیکن ایک عورت بحیثیت عورت کسی تکریم و توقیر کی اہل نہیں سمجھی گئی' نہ اسے سماج میں کوئی حیثیت دی گئی' بلکہ اس کے ساتھ رویہ ہمیشہ نہایت افسوس ناک' ظالمانہ' غیر منصفانہ اور استحصال پسندانہ ہی رہا ہے۔(۶۰)

ویدک اور رامائن مہابھارت کا دور' جو ہندو دھرم کی طویل تاریخ میں نہایت حسین دور کہلاتا ہے' اس میں بھی چند جزوی امور کے علاوہ عورت کو کوئی عزت' مرتبہ اور حیثیت نہیں دی گئی اور نہ اسے قابل اعتماد و لائق التفات گردانا گیا۔معروف فرانسیسی مستشرق ''گستاؤلی بان'' لکھتا ہے ''ہندو کا قانون کہتا ہے کہ تقدیر کا طوفان' موت' جہنم' زہر اور زہریلے سانپ' ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں ہے' جتنی عورت ہے۔''(۶۱)

عورت کی بحیثیت عورت ہندو دھرم میں کیا حیثیت ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے: ''عورت ہونا بذات خود ذلیل و کمین ہونے کے لیے کافی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ فطرتاً ہی بے وقوف اور جاہل ہوتی ہے۔''(۶۲)

لڑکی کی پیدائش کو ہندو سماج میں بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔عورتوں کے دو طبقات بنا دیئے گئے تھے۔ایک اعلیٰ ذات کی عورتیں ہوتی تھیں، اور دوسری چھوٹی ذات کی عورتیں ہوتی تھیں۔ بڑی ذات کی عورتیں مملکت کے انتظامی امور میں اور معاشرتی زندگی میں حصہ لینے کی مستحق سمجھی جاتی تھیں، نچلی ذات کی عورتوں پر کئی قسم کی معاشرتی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ دونوں طبقوں کی عورتوں کو مردوں کے برابر سماجی مرتبہ حاصل نہ تھا اور مردانہ برتری کو عملی طور پر تسلیم کیا جاتا تھا۔(۶۳) عورت مال سے محروم تھی اور لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں بن سکتی تھی، بیوہ کو بیع و فروخت کا کوئی اختیار نہ تھا۔عورت کو جوئے میں داؤ پر لگانے کا رواج تھا۔شوہر کی موت کے بعد بیوہ کو عقد ثانی کی اجازت نہیں تھی۔(۶۴)

ہندوؤں کے معاشرہ میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔لڑکی کی پیدائش کا ذکر تہذیب

وتاریخ کے ساتھ ساتھ مذہبی کتب ''یجر وید'' اور ''اتھر وید'' میں نہایت حقارت سے کیا گیا ہے اور ادب وشعر میں اس کی بے وفائی' متلون مزاجی اور ہرجائی پن کا ذکر عام ملتا ہے۔ سوک سپتی میں لکھا ہے کہ ''عورتوں کے حربے یہ ہیں دھوکہ دینے والی باتیں، مکر، قسمیں، کھانا، بناوٹی جذبات کا اظہار کرنا، جھوٹ موٹ کے ٹسوے بہانا، بناوٹی مسکراہٹ، لغو دکھ درد کا اظہار اور بناوٹی خوشی، بے اعتنائی، بے معنی سوالات پوچھنا، نیک و بد میں تمیز نہ کرسکنا'' (٦٥) دوسری معاصر اقوام کی طرح ہندوؤں میں مذہبی عصمت فروشی کو فروغ حاصل ہوا' مندروں میں سینکڑوں نوجوان دیوداسیاں' پروہتوں اور یاتریوں کی تسکین ہوس کرتی تھیں۔ پروہتوں نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلا رکھا تھا کہ جو شخص اپنی بیٹی دیوتا کی بھینٹ کرے گا سورگ میں جائے گا۔ (٦٦)

ہندو تہذیب معاشی معاملات میں عورت کی حق تلفی سے زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کی موت کے ساتھ ہی عورت کے سامنے دو راستے رکھے جاتے تھے یا تو وہ اپنے شوہر کی چتا پر جل مرتی اور ''ستی'' (٦٧) کہلاتی یا ساری عمر دکھ بھگتتی۔ ہندوؤں میں ستی کی ظالمانہ رسم میں بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کی چتا کے ساتھ باندھ کر زندہ جلا دیا جاتا تھا اور یہ تاثر دیا جاتا تھا کہ اس طرح زندہ جل کر ہر عورت اپنے اسلاف کی تقدیس اور اپنے مرے ہوئے شوہر کے گناہوں کی معافی کا سامان فراہم کرتی ہے اور بعد از مرگ سورگ (جنت) میں داخل کردی جاتی ہے۔ (٦٨)

یہ ہندو دھرم ہی ہے جس میں نہ صرف یہ کہ عورت سے زندگی کا حق چھین کر' اسے شوہر کی موت پر اظہار وفاداری میں' اپنے آپ کو نذرِ آتش کر کے ستی ہوجانے کی بات کہی گئی ہے۔ بلکہ اس کی تحسین وتعریف کی گئی ہے اور اسے ایسا کرنے پر مجبور بھی کیا گیا ہے۔ ایک عورت کی اس سے بڑھ کر ذلت ورسوائی اور اس کی عزت کے ساتھ کھلواڑ اور کیا ہوسکتا ہے کہ اسے اپنے قانونی شوہر کے علاوہ' دوسروں کے ساتھ محض اولاد کے لیے جنسی تعلق قائم کرنے پر مجبور کیا گیا اور اسے ایک کارِ خیر گردانا گیا ہو۔ منوسمرتی' جو ہندو دھرم کی سب سے مربوط اور مفصل قانونی کتاب ہے' اس میں انسانیت سوز رسم کا بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ رگ وید میں اسی قسم کی ایک عورت سے خطاب کر کے کہا گیا ہے: ''عورت! اٹھو' تم اس کے پاس پڑی ہوئی ہو' جس کی زندگی ختم ہوچکی ہے' اپنے شوہر سے دور ہٹ کر زندہ انسانوں کی دنیا میں آؤ اور اس کی بیوی بن جاؤ' جو تمہارا ہاتھ پکڑتا ہے۔'' (٦٩)

رامائن اور مہا بھارت کا عہد جو ایک مثالی دور تصور کیا جاتا ہے' اس میں لکھا ہے: ''لڑکی کی ولادت خاندان میں سوگ اور دکھ کا باعث بن جاتی تھی' شادی کے بعد عورت پوری طرح محکوم ہو جاتی تھی۔''(۷۰)

کیا ہندو دھرم کی رو سے عورت جائیداد کی مالک ہو سکتی ہے اور کیا وہ خود جائیداد کے علاوہ ایک انسان سمجھی جاتی تھی؟ اس کی بابت ڈاکٹر امبیڈکر لکھتے ہیں: ''عورت کی شادی ایک آدمی سے ہوتی تھی' لیکن وہ پورے خاندان کی جائیداد سمجھی جاتی تھی' اسے شوہر کی جائیداد میں حصہ نہیں ملتا تھا' مطلب یہ ہے کہ جائیداد کا وارث لڑکا ہی ہو سکتا ہے۔''(۷۱)

ان سب ذلتوں کے باوجود عورت اخروی زندگی کی راحت کی اہل نہ تھی: ''رامائن عہد میں عورت کو حصول جنت کا حق حاصل نہیں تھا۔''(۷۲)

بدھ مت مذہب

بدھ مت کے موسس کا نام گوتم بدھ تھا۔ یہ کروڑوں انسانوں کا مذہب ہے۔(۷۳) بدھ کے نظریات میں کہیں خدا کی مخالفت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔(۷۴) تاہم بدھ مذہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں ملتا اور نہ خود بدھا نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ لیکن خود بدھا کے نزدیک خدا کا تصور نہیں تھا۔ لیکن بدھا کی وفات کے بعد خود اس کے پیروکاروں نے اسے الوہیت کا سب سے اعلیٰ درجہ دے دیا اور اس کے علم کو لامحدود قرار دے دیا گیا۔(۷۵)

بدھ مت کوئی مستقل دھرم یا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ہندومت سے نکلا ہوا اور اس کے ایک فرقے کی حیثیت رکھتا ہے' اگرچہ بعض رسوم' میں ہندو دھرم سے بالکل علیحدہ ہے' مگر اصولاً اور بنیادی طور پر ہندومت سے جدا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدھ مت کے اندر بھی عورت کی حیثیت ہندومت سے کچھ زیادہ بہتر باوقار اور باعزت معلوم نہیں ہوتی۔ بدھ مت میں عورت کو کیا مقام دیا گیا ہے یا عورت کی بابت کیا نقطہ نظر ہے اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔(۷۶)

''مہاتما بدھ کے سامنے جب کچھ عورتیں بدھ مت میں شامل ہونے کے لیے آئیں تو انہوں نے یہ کہہ کر عورتوں کی تنظیم میں شمولیت سے مخالفت کی تھی کہ اس سے تنظیم کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا اور جو تنظیم ایک ہزار سال زندہ رہ سکتی ہے' وہ عورتوں کی شمولیت کی وجہ سے چند سو

سالوں میں ختم ہو جائے گی۔'' (۷۷)

عورتوں کی اسی قدر تحقیر پر معاملہ ختم نہیں ہوا' بلکہ انسانیت و شرافت کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر عورتوں کے ساتھ جو برتاؤ روا رکھا گیا وہ یہ تھا: ''تاریخ بتاتی ہے کہ بودھ ازم کے ماننے والے بعد میں خود کو عورتوں کے استحصال سے نہیں روک پائے' بودھ ہاروں اور مذہبی تقریبوں میں عورتوں کی شرکت کی اجازت تو دے دی گئی' لیکن اس کی وجہ عورتوں کا احترام و اکرام نہیں تھا' بلکہ جنسی کشش تھی۔'' (۷۷۔الف)

اسلام

اسلام نے مذہب کے لیے ''دین'' کی اصطلاح متعارف کرائی ہے۔قرآن وسنت میں اسلام اور دین کی اصطلاح بے شمار مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ

ان الدین عند اللہ الاسلام (۷۸)

''بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے''۔

اسی طرح قرآن مجید میں اسلام کے لیے دین الحق (۷۹) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اسلام کے سوا تمام مذاہب کی حیثیت قومی یا نسلی مذاہب کی ہے۔اور اپنی اصلیت میں ہر ایک مذہب کسی مخصوص قوم کی اصلاح کی خاطر آیا تھا۔کالے گورے رنگ ونسل اور امیر وغریب کی تفریق صرف اسلام ہی نے عملاً ختم کر دینے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔(۸۰)

دل سے اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کو توحید کہتے ہیں۔انسان ہر دور میں اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی شکل میں اس بات کا اظہار کرتا رہا ہے کہ اس کا اور کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے۔اسلام نے اسی اعتراف حقیقت کو ''فطرت'' سے تعبیر کیا ہے۔(۸۱) اسلام کا مرکزی اور بنیادی نقطہ توحید ہے (۸۲)۔توحید کے متعلق قرآن کا نظریہ ہے کہ وہ ایک پرانی یعنی ازلی وابدی حقیقت ہے جو تمام انبیاء سابق کی تعلیمات کی روح تھی اسی لیے کلام اللہ کی شہادت یہ ہے (۸۳)

اسلام میں عورت کا مقام

ہوسٹن اسمتھ لکھتا ہے کہ اسلام نے ایک شہری کے طور پر عورتوں کے حقوق ثابت کیے ہیں

اور انھیں تعلیم کا حق، رائے دہی کا حق، معاشرتی امور میں شرکت کا حق، کمانے کا حق اور صنعت کا حق دیا ہے۔ قرآن نے مرد و عورت کی مکمل برابری کے امکان کا راستہ کھلا رکھا ہے۔ ایسی برابری جو مسلمان اقوام کی رسوم و رواج کے جدیدیت اختیار کرنے پر ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ (۸۴)

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔

یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے، اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔'' (۸۵)

۲۔ عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت ہٹا دی گئی اور اس پر سے ذلت کا داغ دور کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حواء علیہا السلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

> ''پھر شیطان نے انہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔'' (۸۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا۔ ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پوری اور برابر جزاء ملے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: ''ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔'' (۸۷)

۴۔ عورت کو زندہ زمین میں گاڑے جانے سے خلاصی ملی۔ یہ وہ بری رسم تھی جو احترام انسانیت کے منافی تھی۔

۵۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت ''ولی الامر'' کی طرف سے ملے گی۔

۶۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمان ※ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں عطا کیے:

عصمت وعفت کا حق

معاشرے میں عورت کی عزت واحترام کو یقینی بنانے کے لیے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں:

> ''(اے رسول مکرم!) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے۔ اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں'' (۸۸)

''فرج'' کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں اور اس لیے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو اور نہ خود کہو، اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے:

> ''اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت وآرائش کی نمائش نہ کریں سوائے جسم کے اس حصہ کو جو اس

میں کھلا ہی رہتا ہے۔"(۸۹)

"اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیردست (غلام اور باندیاں) اور تمہارے ہی وہ بچے جو (ابھی) جوان نہیں ہوئے (تمہارے پاس آنے کے لئے) تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں: (ایک) نمازِ فجر سے پہلے، اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جب تم (آرام کے لئے) کپڑے اتارتے ہو اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد (جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو)، (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر (کیونکہ بقیہ اوقات میں وہ) تمہارے ہاں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے"(۹۰)

اسلام نے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو مستحضر رکھا۔ خلفائے راشدین کا طرزِ عمل ایسے اقدامات پر مشتمل تھا جن سے نہ صرف عورت کے حق عصمت کو مجروح کرنے والے عوامل کا تدارک ہوا بلکہ عورت کی عصمت و عفت کا تحفظ بھی یقینی ہوا۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمشیرہ کی آبروریزی کی ہے اور اسے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اس پر آپ نے حد زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لئے فدک کی طرف جلاوطن کردیا۔ لیکن اس عورت کو نہ تو کوڑے لگائے اور نہ ہی جلاوطن کیا کیونکہ اسے اس فعل پر مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کردی۔(۹۱)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے:

"ایک شخص نے ہذیل کے کچھ لوگوں کی دعوت کی اور اپنی باندی کو لکڑیاں کاٹنے کے لیے بھیجا۔ مہمانوں میں سے ایک مہمان کو وہ پسند آگئی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا اور اس کی عصمت لوٹنے کا طلب گار ہوا لیکن اس باندی نے انکار کردیا۔ تھوڑی دیر ان دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔

پھر وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور ایک پتھر اٹھا کر اس شخص کے پیٹ پر مار دیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی اور انہیں واقعہ سنایا۔ اس کے گھر والے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاملہ کی تحقیق کے لیے کچھ لوگوں کو بھیجا اور انہوں نے موقع پر ایسے آثار دیکھے، جس سے دونوں میں کشمکش کا ثبوت ملتا تھا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے جسے مارا ہے اس کی دیت کبھی نہیں دی جا سکتی۔" (۹۲)

۲۔ عزت اور رازداری کا حق

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

> "اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لے لو اور اہلِ خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے" (۹۳)

خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی دستور تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے السلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحب خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری مرتبہ السلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی کوئی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد بھی جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسبِ معمول السلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے وعلیکم السلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی

طرح تینوں بار ہوا۔ آخر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خیال کر کے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دعا کریں (کیونکہ السلام علیکم بھی سلامتی کی دعا ہے)۔''(۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سلام کے جواب میں صاحب خانہ مکان کے اندر سے نام وغیرہ پوچھے تو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر سے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری سے فرمایا: ''میں ہوں، میں ہوں'' اور باہر تشریف لے آئے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض ''میں ہوں'' جواب دینے کو ناپسند فرمایا۔ (۹۵)

اس میں تعلیم یہ ہے کہ پوچھنے پر اپنا نام بتانا چاہیے، محض ''میں ہوں'' کہنے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون ہے؟ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب اندر سے کوئی جواب نہیں ملتا تو متجسس لوگ ادھر ادھر جھانکنے لگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح جھانکے اور صاحب خانہ اسے سزا دینے کے لئے اسے کنکری یا پتھر مار دے جس سے جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے یا اسے کوئی زخم پہنچ جائے تو صاحب مکان بری الذمہ ہے اور جھانکنے والے کو قصاص نہیں دیا جائے گا۔ (۹۶)

کسی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کے اس عام حکم کے بعد فرمایا کہ تم کسی کے گھر سے کوئی چیز طلب کرنا چاہو تو تمہارا فرض ہے کہ پردے کے پیچھے سے سوال کرو تاکہ ایک دوسرے کا سامنا نہ کرنا پڑے جو دونوں کے لئے اخلاقی لحاظ سے اچھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو ان سے پردے کے باہر سے مانگ لو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔''(۹۷)

عورتوں کے حق رازداری وعصمت وعفت کی حفاظت کے لئے پردہ کے احکام آئے۔ قرآن حکیم میں خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی آرائش وزیبائش کو افشانہ کرنے کی تعلیم دے کر اس پاکیزگیءمعاشرت کی بنیاد رکھی گئی جو خواتین کے حق رازداری وعصمت وعفت کی حفاظت کو یقینی بنا سکتی ہے:

''اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمتگار جو خواہش وشہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کمسنی کے باعث ابھی) عورتوں کے پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) انکا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکم شریعت سے) پوشیدہ کیے ہوئے ہیں اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ''(۹۸)

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے۔''(۹۹)

تعلیم وتربیت کا حق

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اِقرا ء سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور شناختِ پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحم مادر میں جونک کی طرح) معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا'' (۱۰۰)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کی تعلیم وتربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم وتربیت نظر انداز کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آدابِ مجلس سکھائے اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔'' (۱۰۱)

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب سکھائے اور دوسرا اجر اس امر کا کہ اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکوں اور لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔'' (۱۰۲)

عورت کے روحانی حقوق

اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں، ان میں سب سے پہلے عورت کے روحانی ...... یعنی مذہبی...... حقوق ہیں۔ چنانچہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے حق میں ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی''۔(۱۰۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جنت کے حصول کے لئے جنس کی کوئی شرط نہیں بلکہ جو کوئی بھی مرد یا عورت ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے۔ آیت بالا سے مغرب کے ان لوگوں کے اشکال کی بھی نفی ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جنت کا تصور صرف مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں۔

دوسری جگہ سورہ احقاف میں اللہ تبارک وتعالیٰ والدین کے حقوق کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

''اور ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں۔ (اس لیے کہ) اس کی والدہ نے مشقت اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر اس کو پیدا کیا اور اس کے حمل اور دودھ کے چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے''۔(۱۰۴)

اسلام ماں بننے کے عمل کی عظمت اور اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے عورت کو اس حوالے سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع مقام عطا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ اسلام عورت اور مرد پر یکساں اخلاقی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور دونوں کے لیے ایک جیسی حدود وقیود نافذ کرتا ہے۔

عورت کے معاشی حقوق

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کو معاشی حقوق فراہم کیے، ان حقوق میں بہت سی چیزیں شامل ہیں، مثال کے طور پر ایک عاقل و بالغ مسلمان عورت جائداد کی خرید و فروخت کر سکتی ہے، اپنے پاس رکھ سکتی ہے، ضرورت کے وقت بیچ سکتی ہے۔ وہ بغیر کسی پابندی کے اپنی مرضی سے وہ تمام فیصلے کر سکتی ہے جو ایک مرد کر سکتا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جو حق اسلام نے

عورت کو آج سے چودہ سو سال پہلے دیا، برطانیہ نے یہی حق عورت کو ۱۸۳۰ء میں آ کر دیا۔ اسی طرح اسلام نے ضرورت کے وقت عورت کے کام کرنے اور روزی کمانے کی بھی اجازت دی ہے۔(۱۰۵)

الغرض یہ کہ اسلام نے تمام جائز کاموں کے کرنے کی عورت کو بھی اتنی ہی آزادی دی ہے جتنی کہ مرد کو، خواہ وہ طب کا شعبہ ہو یا تعلیم کا یا کوئی اور شعبہ۔

دوسری طرف اسلام تمام تر معاشی ذمہ داریاں مرد کو سونپتا ہے،عورت پر اس قسم کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتا، ہاں اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ عورت کو اپنی ذمہ داری خود اٹھانی پڑے تو اسلام اس سے بھی منع نہیں کرتا۔ اگر حقوقِ نسواں کی محافظ شرعی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے کوئی کام کرنا چاہتی ہے تو اسلام میں اس کی بھی اجازت ہے۔ اسلام عورتوں کو کاروبار کی بھی اجازت دیتا ہے، اس سلسلے میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مثال ہمارے سامنے ہے جو تجارت کیا کرتی تھیں۔

عورت کے معاشرتی حقوق

اسلام نے عورت کو معاشرتی اور سماجی لحاظ سے بھی کئی حقوق عطا کیے ہیں، اسے معاشرے میں ایک مہذب اور باوقار مقام عطا کیا۔ اسلام سے پہلے عہد مسیحی میں جب شرک کا دور دورا تھا، اس وقت بچیوں کے زندہ درگور کیے جانے کا رواج عام تھا، لوگ بیٹیوں کی پیدائش کو ذلت کا باعث گردانتے تھے اور بیٹیوں کے پیدا ہونے پر انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اس وقت اسلام نے ہی رحمت بن کر عورت کو جان کی حفاظت فراہم کی اور بیٹیوں کے قتل کرنے کی قبیح روایت کا خاتمہ کیا۔(۱۰۶)

خلاصہ:

دراصل انسان اسی وقت انسان کہلانے کا مستحق ہے جب وہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کر دے کہ وہ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر ملنے والا اس سے خوش ہے۔ یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہی وہ فضیلت ہے جس کی بناء پر انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ اسی چیز کو قرآن مجید کی سورہ التین میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے بیان فرمایا ہے: ترجمہ: ''ہم نے ان کو بہترین صفات کے لیے پیدا کیا تھا مگر بعض لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے اپنے آپ کو اس قدر گرا لیتے ہیں

کہ جس سے نچلا درجہ اور کوئی نہیں ہوتا۔''

جاہلیت کا جاہلی معاشرہ نہ خیر کی کاشت نہ خیر کی پیداوار' ظلمت وظلام کے سائے دراز و گھنیرے' سیاسی اور تاریکی کی حکومت' فضا تیرہ و تار' انسانیت لہولہان' آدمیت شرمسار' صنفِ نازک پر ظلم کے پہاڑ' ہزار ہا ہزار کلی سی نازک بچیاں سنگ دل باپ کے ہاتھوں تہہ خاک' زندہ درگور' لڑکی پیدائش جاہلی چودھراہٹ' نام نہاد عزت وانا کے محلات کے لیے ڈائنا مائیٹ اور بارود' چہروں پر سینکڑوں شکن' پیشانی عرق آلود' معاشرے میں سبکی اور ننگ وعار۔ اس سماج نے اس مصیبت سے نجات کے لیے جو راہ تجویز کی بڑی دل دوز' خوف ناک اور المناک' قبر نما گڑھے میں منوں مٹی کے نیچے زندہ دبا یا دیا جاتا' یہ کلی چٹخنے سے پہلے مرجھا جاتی اور چیخنے سے پہلے ہی لڑکی موت کے آغوش میں چلی جاتی۔

اسلام انسانیت کے لیے تکریم، وقار اور حقوق کے تحفظ کا پیغام لے کر آیا۔ اسلام سے قبل معاشرے کا ہر کمزور طبقہ طاقت ور کے زیر نگیں تھا۔ تاہم معاشرے میں خواتین کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ تاریخ انسانی میں عورت اور تکریم دو مختلف حقیقتیں رہی ہیں۔ قدیم یونی فکر سے حالیہ مغربی فکر تک یہ تسلسل قائم نظر آتا ہے۔ یونانی روایات کے مطابق پینڈورا (Pandora) ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کو کھول کر انسانیت کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ ابتدائی رومی قانون میں بھی عورت کر مرد سے کمتر قرار دیا گیا تھا۔ ابتدائی عیسائی روایت بھی اسی طرح کے افکار کی حامل تھی۔ سینٹ جیروم (Jerome.St) نے کہا:

"Woman is the gate of the devil, the path of wickedness, the sting of the serpent, in a word a perilous object".

عموماً غیر مسلم دنیا میں عورتوں کے متعلق دو نظریے ملتے ہیں، اور دونوں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

پہلا نظریہ: کہ عورت اوصاف حمیدہ کا ایک حسین مرقع، فرشتہ صفت، پیکر حیاء، ایثار و وفا کی مورت، عقیدت کا مجموعہ، سراپا شفقت اور زندگی کے تمام تر مسائل کا حل ہے، لیکن اس نظریے کا در حقیقت شاعرانہ تخیل تک ہی محدود ہے۔

دوسرا نظریہ: اس کے برعکس ہے کہ: عورت ایک ناپاک وجود سے عبارت ہے، اور دنیا میں پائی جانے والی تمام تر برائیوں اور مصیبتوں کا اصل سبب اور بنیاد عورت کا وجود ہے، چنانچہ اس ضمن میں ایک یورپین مفکر کا قول ہے کہ: ''میں مرد کو اس وجہ سے پسند نہیں کرتا کہ وہ مرد ہے بلکہ اس لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ عورت نہیں ہے''

اسی طرح مشہور یونانی فلاسفر سقراط کے خیال میں: 'عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی کوئی اور چیز نہیں''

ایک اور شہرت یافتہ یونانی فلاسفر افلاطون کے بقول: ''سانپ کے ڈسنے کا تو دنیا میں علاج موجود ہے، لیکن عورت کے شر کا کوئی علاج ممکن نہیں، اس لئے اگر ممکن ہو تو اس مجسمۂ شر کو ذلت کے آخری غار میں پھینک دو''۔

یونان کے ان قدیم فلاسفروں کے افکار اور نظریات کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں عورت کو باعث ذلت گردانا گیا اور یونانی لوگ عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بیچنے اور اسے ذاتی ملکیت کی طرح استعمال کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ روم، مصر، عراق، چین، عرب، ہندوستان، ایران ان تمام ممالک کے اندر صنف نازک کے ساتھ ہر طرح کا ظلم روا رکھا گیا، بازاروں اور میلوں میں اس کی خرید وفرخت کی جاتی رہی، ان سے حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا رہا، یونان میں تو ایک عرصے تک یہاں تک بحث کی جاتی رہی کہ اس کے اندر روح موجود ہے بھی یا نہیں۔

اہلِ عرب اس کے وجود کو ہی موجب عار سمجھتے تھے، بعض شقی القلب اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ ہندوستان کے بعض علاقوں میں آج بھی یہ حال ہے کہ شوہر کی میت کے ساتھ عورتوں کو بھی زندہ جلادیا جاتا ہے، راہبانہ مذاہب اسے معصیت کا سرچشمہ، گناہ کا دروازہ سمجھتے تھے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کو روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کیا جاتا تھا، الغرض یہ کہ دنیا کی بیشتر مذاہب میں اس عورت کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی، وہ حقیر اور ذلیل سمجھی جاتی تھی، اس کے معاشی اور سیاسی کوئی حقوق نہیں تھے، وہ اپنی مرضی سے کسی قسم کا کوئی تصرف نہیں کرسکتی تھی، وہ ابتداء میں باپ کی پھر شوہر کی اور اس کے بعد اپنی اولاد کے تابع ومحکوم تھی، ان کے اقتدار کو چیلنج کرنے کی اسے اجازت نہیں تھی، اس پر ہونے والے ظلم وستم کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں تھا اور نہ ہی اسے یہ حق اور آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر دادرسی کی طلبگار بنے۔

یہ تو قدیم تہذیبوں کا حال تھا جن میں عورت کو نہ تو کوئی مقام حاصل تھا اور نہ ہی اس کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کر سکے، دورِ حاضر کی جدید تہذیب کے اندر بھی آزادئ حقوق نسواں کا جو ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے، اس کا حال بھی ان قدیم تہذیبوں سے کچھ مختلف نہیں' بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ صرف ظاہری لفاظی ہے، حقیقت حال وہی ہے جو دورِ قدیم میں تھی، اس لیے کہ دورِ قدیم میں عورت سے جو کام اسے سامان عیش اور خادمِ بے مول کہہ کر لیے جاتے تھے، دورِ جدید میں وہی کام اس سے حقوق نسواں کے خوبصورت نعروں کی آڑ میں لیے جارہے ہیں۔ آج عورت کو گھر کی پاکیزہ اور محفوظ چہار دیواری سے کھینچ کر اسے شاہراہِ عام پر لایا گیا ہے۔ لیکن وہ عورت آج بھی اسی نوعیت کے مظالم اور مسائل کا شکار ہے جن مسائل اور مظالم کا شکار دورِ قدیم کی عورت تھی۔ بحیثیتِ نوع، عورت کے حالات میں کچھ زیادہ فرق نہیں آیا وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی، اس کے حقوق پر آج بھی دست درازی کی جارہی ہے۔ آزادئ نسواں کے نام پر گھر کی چار دیواری سے باہر لائی جانے والی عورت پر آج بھی گھر کی ذمہ داریاں اسی طرح برقرار ہیں اور اس کے ساتھ ہی اسے ایک اور فکر بھی لاحق ہوگئی ہے وہ فکر اپنے معاشی انتظام کی ہے جس کے حصول کے لئے کوشاں یہ عورت جب معاشرے میں قدم رکھتی ہے تو نا صرف یہ کہ اسے اپنی عزت کی بقاء بلکہ ذریعۂ کفالت کے حصول کے لئے جو جدوجہد کرنا پڑتی ہے اور آئے دن اسے اس کے لئے جس قسم کے تشویشناک مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ مسائل کسی سے مخفی نہیں۔

مقام حیرت ہے کہ مغربی تہذیب کے دل دادہ خود عورت کے ساتھ جس قسم کا ناروا سلوک روا رکھتے ہیں، اس کے سامنے دورِ قدیم کے مظالم بھی محض فرسودہ لگتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اس کا الزام دوسروں کے سر ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں خواتین کی آزادی کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ درحقیقت عورت کے احترام کی نفی اور اس کی روح اور جسم کا استحصال ہے، جس پر آزادئ نسواں کا خوش نما پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ مغربی معاشرہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کو حقوق دیے جائیں، لیکن خود اس معاشرے نے خواتین کو کیا دیا ہے؟ یہی کہ عملی طور پر اسے داشتہ اور طوائف کی سطح پر لے آیا ہے، اسے ایک ایسی شئے بنا ڈالا ہے جس سے مرد لطف اندوز ہوتے ہیں، آرٹ اور کلچر کے خوبصورت پردوں کے پیچھے اس کا کس قدر استحصال کیا جاتا ہے کہ عملاً وہ جنس کے متلاشیوں اور

کاروباریوں کے ہاتھوں کھلونا بن کے رہ گئی ہے، جس کا اسے احساس بھی نہیں۔

اس کے برعکس آج سے چودہ سو برس پہلے عہدِ جاہلیت میں، اسلام کی انقلابی تعلیمات نے عورت کو اس کے حقیقی حقوق' مقام اور مرتبہ' عزت عطا کیا، اسلام کا مقصد ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ عورت کے حوالے سے معاشرے کی سوچ، خیالات، احساسات اور طرزِ زندگی میں بہتری لائی جائے، معاشرے میں عورت کا مقام بلند سے بلند تر کیا جائے۔

اس وقت دنیا کی آبادی کا تقریباً پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے، مسلمانوں کی یہ آبادی بہت سے معاشروں میں تقسیم ہے، ان معاشروں کا طرزِ زندگی یکساں نہیں ہے، کچھ معاشروں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جاتا ہے اور کچھ معاشرے اسلامی تعلیمات سے دور ہیں۔ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے؟ اس بات کا فیصلہ ان مسلمان معاشروں کو دیکھ کر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سلسلے میں شریعت اسلامی کے حقیقی مصادر سے رہنمائی لی جائے گی' اسلامی تعلیمات کے مستند اور بنیادی مصادر قرآن وسنت اور اجماع صحابہ ہیں۔

اسلام کی تاریخ درخشاں روایات کی امین ہے۔ روزِ اول سے اسلام نے عورت کے مذہبی، سماجی، معاشرتی، قانونی، آئینی، سیاسی اور انتظامی کردار کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اس کے جملہ حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ تاہم یہ ایک المیہ ہے کہ آج مغربی اہل علم جب بھی عورت کے حقوق کی تاریخ مرتب کرتے ہیں تو اس باب میں اسلام کی تاریخی خدمات اور بے مثال کردار سے یکسر صرف نظر کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

الغرض عورت کو ہر سطح پر اسلام نے وہ تحفظ اور عزت واحترام عطا کیا جس کی نظیر ہمیں کسی دوسرے نظام زندگی میں نہیں ملتی۔

حواشی وحوالہ جات

1_Houston Smith, The World's Religions, Harper San Francisco, New York, U.S.A.,1991P-33)

۲۔ رشید احمد/ تاریخ مذاہب/ لاہور/ زمرد پبلیکیشنز/ ۲۰۰۴ء/ص ۱۷۰۔۱۷۱

۳۔ ذاکر نائیک، ڈاکٹر/ مذاہب عالم میں تصور خدا/ لاہور/ دارالنوادر/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۹

۴۔مسافر، وقار حسین/ خدا اور ایمان/ کراچی/ سید اینڈ سید/ ۲۰۰۰ء/ص ۱۳۱۔۱۳۲
۵۔رشید احمد/ تاریخ مذاہب/ لاہور/ زمرد پبلیکیشنز/ ۲۰۰۴ء/ص ۱۷۰۔۱۷۱
۶۔ذاکر نائیک، ڈاکٹر/ مذاہب عالم میں تصور خدا/ لاہور/ دار النوادر/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۹
۷۔مسافر، وقار حسین/ خدا اور ایمان/ کراچی/ سید اینڈ سید/ ۲۰۰۰ء/ص ۱۳۱۔۱۳۲
۸۔طبری، ابن جریر/ تاریخ طبری (تاریخ الامم والملوک)/ ج ۳/ص ۱۳۸
۹۔ارتھر کرسٹن/ ایران بعید ساسانیاں/ص ۴۳۰
۱۰۔ایضاً/ص ۴۳۷
۱۱۔ایران بعہد ساسانیا/ص ۴۲۷
۱۲۔ایضاً/ ایران بعہد ساسانیاں/ص ۴۳۵
۱۳۔ایضاً/ص ۴۳۶
۱۴۔ایضاً/ص ۴۳۷
۱۵۔سورہ بقرہ/آیت نمبر ۱۲۵ اور ۱۵
۱۶۔سورہ طہٰ/آیت نمبر ۱۱۰
۱۷۔قاسم محمود، سید/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا/ لاہور/ص ۱۵۶۶
۱۸۔مسافر، وقار حسین/ خدا اور ایمان/ کراچی/ سید اینڈ سید/ ۲۰۰۰ء/ص ۱۳۱
۱۹۔کتاب مقدس (بائبل، عہد عتیق ابوٗ باب: ۱۴
۲۰۔کتاب مقدس (بائبل) عہد عتیق ایوب باب: ۱۵ درس: ۱۴
۲۱۔عبدالرشید بستوی اسلام عورت کے سائے میں کراچی مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ ص ۱۲
۲۲۔توریت کتاب پیدائش باب: ۳، ۴
۲۳۔توریت کتاب پیدائش باب: ۳ مطبوعہ برٹش اینڈ خازن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۲۷ء
۲۴۔سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸
۲۵۔ملاحظہ ہو: الأحوال الشخصیہ مصری ص ۵۷
۲۶۔رشید احمد/ تاریخ مذاہب/ لاہور/ زمر پبلی کیشنز/ ۲۰۰۴ء/ص ۳۴۹

۲۷۔نہرو، جواہر لال مترجم طاہر منصور فاروقی / تاریخ عالم پر ایک نظر/ لاہور/تخلیقات/ ۱۹۹۵ء/ ص ۱۴۳

۲۸۔خان ، عبدالوحید/ عیسائیت انجیل و قرآن کی روشنی / لاہور/ اسلامک پبلی کیشنز/ ۱۹۸۱ء/ ص ۱۸۵

۲۹۔متی رباب نمبر ۱۵ /آیت نمبر ۲۴

۳۰۔صدیقی ،نورالحق/ دین فطرت اسلام ہی کیوں/ لاہور/ طاہر سنز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۸۱

۳۱۔الحسینی، محمود تنزیل الصدیقی / اسلام اور عصر جدید/ کراچی/ مکتبہ حرم/ ۲۰۰۲ء/ص ۲۰

32- Zakir Abudl Karim, Naik/Concept of God in Major Religion/Bombay/Islamic Research Foundation/P.14

۳۳۔مرقس رباب ۲۹ /آیت نمبر ۱۲

۳۴۔انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ ''عیسائیت'' ج 5 ص 693

۳۵۔نسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس/ باب عیسائیت

۳۶۔کتاب مقدس، رسالتہ بولس الرسول، باب: ۲

۳۷۔ عہد جدید، رومیوں کا بیان: ۵ / ۱۲ (یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''عہد جدید'' حواریین اور عیسائی ملہمین کی روایتوں کا مجموعہ ہے، ان ہی روایات کے ایک حصے کو ''انجیل'' کہا جاتا ہے۔)

۳۸۔سید امیر علی، مولوی، تنقید الکلام، باب ۱۴

۳۹۔ گستاؤ لیبان، تمدن عرب، ص ۳۷۳ (اصل کتاب فرانسیسی اور انگریزی زبان میں شائع ہوئی ہے تاہم یہاں پر ترجمہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

Gustave Le Bon,The Civilisation of the Arabs,Tudor Publisher Co. 1974

Gustave le Bon(1841-1921

He was a French Orientalist and researcher in

sociology and psychology. Among his famous books is La Civilization des Arabes(The Civilization of the Arabs)(one of the most fundamental books written in Europe in the modern age, impartial and objective in judgment on Arab and Islamic civilization. In his works, he recognizes the credit of Arab and Islamic civilization on European and Western civilization, not only by transmitting the Greek and Indian cultures but also by making its own tradition.

۴۰۔ ایضاً/ص ۳۷۴

۴۱۔ ایضاً/ص ۳۷۵

۴۲۔ حافظ محمد ثانی، پروفیسر ڈاکٹر/محسن انسانیت اور انسانی حقوق/کراچی/دارالاشاعت/۱۹۹۹ء/۳۰۴

۴۳۔ فرحت عظیم، پروفیسر ڈاکٹر/خواتین کے حقوق/کراچی/عظیم پرنٹرز/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۴۸

۴۴۔ امیر علی/روح اسلام/ص ۳۵۹۔۳۶۰

۴۵۔ عقاد، عباس محمود/المراۃ فی القرآن / مصر/ مطبوعہ دارالہلال مصر (س۔ن) ص ۷۳۔۷۴

۴۶۔ الحصین، احمد بن عبدالعزیز/ المراۃ المسلمۃ امام التحدیات/ دارالبخاری/ (م۔ن) ۱۴۱۷ھ ۱۹۸۶ء/ص ۱۶

۴۷۔ ندوی، شاہ معین/ دین رحمت/ کراچی/ مکتبہ عارفین/ص ۱۰۵

۴۸۔ جلال پوری، سید علی عباس/ روایات تمدن قدیم/ جہلم/مطبوعہ جہلم پاکستان/ ۱۹۹۱ء/ص ۱۵۶

۴۹۔ مبارک علی/ تاریخ اور عورت/ لاہور/فکشن ہاؤس/ ۱۹۹۶ء/ص ۳۲

۵۰۔ ہارٹ پول لیکی، ولیم ایڈورڈ مترجم مولانا عبدالماجد دریا بادی/ تاریخ اخلاق یورپ /ص ۱۹۰

۵۱۔ حافظ محمد ثانی، پروفیسر ڈاکٹر/ محسن انسانیت اور انسانی حقوق ر کراچی ر دارالاشاعت ر ۱۹۹۹ء ر ۳۰۹

۵۲۔ ناز، ایم ایس ر اسلام میں عورت کی قیادت ر لاہور ر مکتبہ عالیہ ر ۱۹۸۹ء ر ص ۱۵ بحوالہ تاریخ اخلاق یورپ/ ص ۱۵۶

۵۳۔ جسامت کے لحاظ سے مذہب کی فہرست

/religions_by_adherents.html www.adherents.com

54.Ramakrishna and his Disciples by Christopher Isherwood. ISBN 8185301182

۵۵۔ صدیقی، محمد مظہر الدین/ اسلام اور مذاہب عالم/ص ۱

۵۶۔ لیوس مور مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد/ مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا / لاہور ر نگارشات/ ۲۰۰۵ /ص ۱۶۰

۵۷۔ محسن عثمان ندوی، ڈاکٹر/ مطالعہ مذاہب /کراچی /مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۹۹ء/ ص ۳۱-۳۲-۳۳

۵۸۔ بخش، ملک کریم/ اسلام اور مذاہب عالم/ لاہور/ شیخ محمد بشیر اینڈ سنز/ص ۳۸

۵۹۔ ذاکر نائیک ، ڈاکٹر مترجم سید امتیاز احمد/ مذاہب عالم میں تصور خدا/ لاہور/ دارالنوادر/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۰

۶۰۔ عبدالرشید بستوی، عورت اسلام کے سائے میں، کراچی، مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ، ۲۰۰۵ء، ص ۲۰

۶۱۔ گستاؤلی بان، تمدن عرب، ص ۳۷۳

۶۲۔ رامائن، ارنیہ کانڈ، ۲۰-۱۲۱ اور بال کانڈ: ۱۴۳۲۰۳

۶۳۔ غلام رسول چوہدری، پروفیسر/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ص ۶۴

۶۴۔ غلام رسول چوہدری، پروفیسر/ اسلام کا عمرانی نظام/لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ص ۶۴

۶۵۔ حافظ محمد ثانی، پروفیسر ڈاکٹر/محسن انسانیت اور انسانی حقوق/کراچی/دارالاشاعت/ ۱۹۹۹ء/ص ۳۱۷

۶۶۔ جلالپوری، سید علی عباس/ روایات تمدن قدیم/ جہلم/ ۱۹۹۱ء/ص ۲۳۸

۶۷۔ ستی کے معنی پاک ہونے کے ہیں'لہذا جو عورت شوہر کی چتا پر جلتی تھی وہ گویا پاک باز اور باعفت سمجھی جاتی تھی۔) (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/محسن انسانیت اور انسانی حقوق/کراچی/دارالاشاعت/ ۱۹۹۹ء/ص ۳۱۹

۶۸۔ چوہدری غلام رسول چیمہ، پروفیسر/ لاہور/ اسلام کے کارہائے نمایاں/ص ۲۴

۶۹۔ رگ وید' ۸ / ۹ / ۱۰

۷۰۔ منوسمرتی' ۶۷ / ۷

۷۱۔ ماہنامہ سریتا' بابت: مئی ۱۹۸۰ء

۷۲۔ پی ایچ گپتا' رامائن ایک مطالعہ' ص ۲۴' مطبوعہ وشودرجے پرکاشن دہلی

۷۳۔ ندوی، محسن عثمان مولانا/ مطالعہ مذاہب /کراچی/مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۹۹ء/ ص ۶۹۔۷۰

۷۴۔ لیور مور مترجم، یاسر جواد و سعدیہ جواد/ مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا/ لاہور/ نگارشات/ ۲۰۰۵ء/ص ۲۲۵

۷۵۔ عبدالرشید، ڈاکٹر/ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ/کراچی/ طاہر سنز/ ۱۹۹۲ء/ص ۱۶۴۔۱۶۵

۷۶۔ عبدالرشید بستوی' عورت اسلام کے سائے میں' کراچی' مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ' ۲۰۰۵ء ص ۱۸

۷۷۔ عورت اور مذاہب عالم ایک تقابلی مطالعہ' ص ۵۰۴

۷۷۔الف۔ عورت اور مذاہب عالم ایک تقابلی مطالعہ' ص ۵۰۴

۷۸۔ سورہ آل عمران ر آیت نمبر ۱۹' نیز دیکھیے سورہ الصف ر آیت نمبر ۹' سورہ المائدہ آیت ۳

۷۹۔ سورہ التوبہ ر آیت نمبر ۳۳ / (سورہ الروم ر آیت نمبر ۳۰)/سورہ النصر ر آیت نمبر ۲

۸۰۔ سمیع اللہ قریشی، پروفیسر/ سیرت نبوی ﷺ کے منہاج / لاہور/ سنگ میل پبلی کیشنز/ ۱۹۹۵ء/ص ۱۳

۸۱۔ صدیقی، علی اوسط/ اسلامیات/ کراچی/ طاہر سنز/ ۱۹۹۴ء/ص ۵۶

۸۲۔ مسدوسی، احمد عبداللہ، مذاہب عالم/کراچی/مکتبہ خدام ملت/ ۱۹۵۸ء/ص ۴۱۵

۸۳۔ ایضاً/ص ۴۱۵

84_ Houston Smith, The World's Religions ,Harper San Francisco, New York, U.S.A, 1991P_ 56

۸۵۔ سورہ النساء/ آیت نمبر ۱

۸۶۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۳۶

۸۷۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۹۵

۸۸۔ سورہ النور/ آیت نمبر ۳۰

۸۹۔ سورہ النور/ آیت نمبر ۳۱

۹۰۔ سورہ النور/ آیت نمبر ۵۸

۹۱۔ ہندی' کنزل العمال' جلد ۵' ص ۴۱۱

۹۲۔ ایضاً' ص ۴۱۹

۹۳۔ سورہ النور/ آیت نمبر ۲۷۔۲۸

۹۴۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الادب، رقم:۵۱۸۵

۹۵۔ بخاری الصحیح، رقم:۵۸۹۶

۹۶۔ بخاری، الصحیح، رقم:۵۸۸۸

۹۷۔ سورہ الاحزاب، آیت نمبر ۵۳

۹۸۔ سورہ النور/ آیت نمبر ۳۱

۹۹۔ سورہ الاحزاب، آیت نمبر ۵۹

۱۰۰۔ سورہ العلق/ آیت نمبر ۱ تا ۵

۱۰۱۔ صحیح بخاری'' رقم حدیث ۲۸۴۹

۱۰۲۔ ابن ماجہ، السنن، المقدم، باب فضل العلماء ج ۱، رقم: ۲۲۴

۱۰۳۔ سورہ النساء، آیت نمبر ۲۱

۱۰۴۔ سورہ الاحقاف/ آیت نمبر ۱۵

۱۰۵۔ جیراج پوری، اسلم، نامور مسلم خواتین، لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ۲۰۰۳، ص ۷۶

۱۰۶۔ رام پوری، مجیب، عورت نامہ، لاہور، ملک بک ڈپو، ۱۹۹۴ء، ص ۸۸

عورتوں سے حسن سلوک

تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق کلوٹا
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

ABSTRACT

Due to the lake of Islamic teachings, the people don't fulfilled their rights. Although Islam has given them equal rights.

According to the teachings of the Holy Prophet ﷺ, the pious and virtual women are regarded the great assets of world.

Islam has forbidden to murder them. They should get education and moral teaching. In the shape of mother, wife, daughter, sister they should be realized their rights.

On the occasion of the last surmon of the holy Prophet ﷺ, He said the people to fear from God in the matter of a women.

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق گزارنے کا نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ تمام عالم کے لئے نمونہ ہے اور ایک کھلی کتاب کی مانند ہے، جس کا ہر ایک مطالعہ کر سکتا ہے اور اس سے رہنمائی لے سکتا ہے، چنانچہ

ارشاد ربانی ہے:

''بلاشبہ تمہارے لئے رسول کی زندگی میں ایک کامل نمونہ موجود ہے۔''(۱)

رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، لین دین، معمولات زندگی، عدل و انصاف، تجارت، غرض کہ زندگی کے کون سے شعبے ہیں جو ہمارے لیے مشعل راہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا قیدیوں کے ساتھ مثالی رویہ، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، ظالموں کے ساتھ رواداری، دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر نے پستی میں ڈوبے ہوئے انسانوں کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی تربیت کی ابتدا بکریاں چرانے سے کی، ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بھی اپنے لڑکپن میں بکریاں چرائیں۔ گلہ بانی بہت ہی مشکل اور صبر آزما کام ہے، اس کام کے ذریعے انبیاء کو اس بات کی تربیت دی گئی ایک گروہ اور قوم کو کیسے جمع کیا جائے اور ان کی کس طرح حفاظت کی جائے۔

اسلام سے پہلے عورت کا درجہ بہت پست تھا، اس کی کوئی ذاتی حیثیت نہ تھی وہ زندگی کے ہر مرحلے میں مردوں کی محکوم اور دست نگر تھی، اس کو اپنی املاک پر بھی اختیار نہ تھا، تقریباً تمام مذاہب نے عورتوں کی مذمت کی ہے، اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کا درجہ بلند کیا، ان کی مستقل حیثیت قائم کی، ان کے حقوق متعین کیے، وراثت میں حصہ دار اور ان کی املاک کا ان کو مالک بنایا، چند کے سوا بیشتر امور میں ان کو مردوں کے برابر حقوق دیئے، جو لوگ پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے، ان کے دلوں میں ان کی کہر و محبت پیدا کی، ان کی پرورش و پرداخت کو اجر و ثواب قرار دیا بیوی اور شوہر میں حقوق کی مساوات قائم کی بیوی کو شوہر کی خادمہ کے بجائے رفیق زندگی، اور ربۃ البیت بنایا، ماؤں کے نیچے جنت رکھی، غرض ہر پہلو سے عورت کا درجہ بلند کیا۔(۲)

اقوام و مذاہب میں عورت سے سلوک

یونان و روم میں جو اپنے دور میں تہذیب و تمدن کے معلم سمجھے جاتے تھے، عورتوں کو کچھ حقوق ضرور حاصل ہوئے اس کے باوجود بقول لیکی ان کی حالت یہ تھی: ''بہ حیثیت مجموعی